ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9.No.1, 2026

اسلامی تصورِ عدل اور منصبِ قضاء: نصوصِ شرعیہ اور اسلامی فکری روایت کی روشنی میں ایک جامع مطالعہ

THE ISLAMIC CONCEPT OF JUSTICE AND THE INSTITUTION OF JUDICIARY:A COMPREHENSIVE STUDY IN THE LIGHT OF SHARĪʿAH TEXTS AND ISLAMIC INTELLECTUAL TRADITION

Muhammad Abdullah[1]
Azhar Hussain[2]
Hafiz Muhammad Abrahim[3]

Abstract:

This research article presents a comprehensive, principled, and textually grounded study of the Islamic system of justice and judiciary, aiming to demonstrate that justice in Islam is not merely a moral virtue but a complete, universal, and practical system. The article begins with an analysis of the lexical and technical meanings of justice (ʿadl), drawing upon authoritative sources such as Lisān al-ʿArab, Mufradāt al-Rāghib, and other classical lexicons. These sources clarify that the fundamental meanings of justice include balance, equality, placing matters in their rightful position, and the negation of oppression. Justice is among the Beautiful Names of Allah, which indicates that the foundation of Islamic justice is not based solely on human reason but is rooted in divine attributes.The study further presents comprehensive definitions of justice through the views of renowned Islamic thinkers and jurists, including Imām Rāghib al-Iṣfahānī, ʿAllāmah Badr al-Dīn al-ʿAynī, Abū al-Baqāʾ al-Ḥanafī, ʿAllāmah al-Jurjānī, and Shaykh al-Islām Ibn Taymiyyah .(رحمهم الله) From these perspectives, the article concludes that justice is a guarantee of well-being and survival at the individual, societal, and state levels. Subsequently, the lexical and technical meanings of qaḍāʾ (judiciary) are discussed, where it is described as the mechanism for the final resolution of disputes and the enforcement of Sharīʿah rulings. Qur'ānic verses are cited to establish that the office of judiciary is a sacred and highly responsible position, directly linked to the implementation of divine commands.The central section of the article, titled "The Islamic System of Judiciary and Justice in the Light of the Qur'ān," examines numerous Qur'ānic verses (such as those from Sūrat al-Naḥl, al-Anʿām, al-Māʾidah, al-Nisāʾ, al-Ḥujurāt, Āl ʿImrān, Yūnus, and al-Raḥmān). Through their interpretation, it is demonstrated that Islam demands justice and equity in every sphere of life—beliefs, worship, social relations, economics, politics, the judiciary, and international relations. The scope of justice in Islam is not limited to Muslims alone; rather, it extends to non-Muslims and even to adversaries, emphasizing fairness and impartial conduct in all circumstances.Moreover, the article provides a detailed analysis of justice and judiciary in the light of Prophetic traditions (Aḥādīth). These traditions highlight the virtues of a just ruler and judge, the sensitivity and gravity of the judicial office, the reward for sound ijtihād-based judgments, and the strict prohibition of bribery, anger-driven decisions, and judgments based on ignorance. From these narrations, the fundamental objective of the Islamic judiciary is derived as the establishment of truth, the eradication of oppression, and the preservation of social balance.

In conclusion, the article asserts that the Islamic system of judiciary and justice is a multidimensional moral and legal framework that not only promotes social stability, peace, and trust in this world but also serves as a means of salvation in the Hereafter. In the context of contemporary judicial and social crises, the Islamic system of justice offers a practical, fair, and universal alternative, grounded in divine revelation, human nature, and the highest moral values.

---

[1] Lecturer of Islamic studies Kaps collage Sundar campse , Lahore

[2] Ph.D Scholar Shaikh Zayed Islamic centre PU, azhar772235@gmail.com

[3] Mphil Scholar, NCBA&E DHA comps lahore

تعارف موضوع

اسلام ایک ہمہ گیر، کامل اور آفاقی دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور ریاستی پہلوؤں کے لیے واضح، متوازن اور منصفانہ رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں جن اقدار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، ان میں عدل و انصاف کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ عدل صرف ایک اخلاقی فضیلت یا ذاتی کردار کی خوبی نہیں بلکہ اسلامی نظامِ حیات کی اساس، شریعت کے مقاصد کا محور اور اجتماعی زندگی کے استحکام کا بنیادی ستون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید نے بارہا عدل و قسط کے قیام کو انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد قرار دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال میں شامل کیا۔ اسلامی تصورِ عدل محض انسانی عقل یا وقتی سماجی ضرورتوں کا پیدا کردہ نہیں بلکہ براہِ راست وحیِ الٰہی، فطرتِ انسانی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے ماخوذ ہے، جس کا مقصد ظلم کے ہر مظہر کا خاتمہ اور حق کو اس کے اصل مقام پر قائم کرنا ہے۔ اسلامی نظامِ قضاء و عدل دراصل اسی الٰہی تصورِ عدل کا عملی اور ادارہ جاتی اظہار ہے۔ یہ نظام انسانی تنازعات کے منصفانہ حل، حقوق و فرائض کے تعین، سماجی توازن کے تحفظ اور ریاستی نظم و نسق کی درست سمت میں رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ لغوی اعتبار سے عدل کے مفہوم میں توازن، برابری، اعتدال، استقامت اور ظلم کی نفی شامل ہے، جبکہ اصطلاحی طور پر عدل سے مراد ہر صاحبِ حق کو اس کا حق بلا امتیاز دینا اور کسی فرد یا گروہ پر زیادتی نہ ہونے دینا ہے۔ معتبر لغوی و فکری مصادر جیسے لسان العرب، مفرداتِ راغب اور دیگر کلاسیکی کتب اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ عدل کا دائرہ محض عدالتی فیصلوں تک محدود نہیں بلکہ عقائد، عبادات، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست سب کو محیط ہے۔ چونکہ عدل اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے، اس لیے اسلامی عدل کی اساس صفاتِ الٰہیہ پر قائم ہے، جو اسے محض انسانی قوانین سے ممتاز اور برتر بناتی ہے۔ اسی طرح قضاء کا تصور بھی اسلام میں نہایت مقدس، حساس اور ذمہ دارانہ ہے۔ لغوی طور پر قضاء کے معنی فیصلہ، انجام تک پہنچانا اور حکم نافذ کرنے کے ہیں، جبکہ اصطلاحی طور پر یہ اس شرعی منصب کا نام ہے جس کے ذریعے تنازعات کا فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے اور شریعتِ اسلامی کے احکام کو عملاً نافذ کیا جاتا ہے۔ اسلامی قضاء محض قانونی چارہ جوئی کا نظام نہیں بلکہ ایک اخلاقی و دینی فریضہ ہے، جس کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، بندوں کے حقوق اور سماجی انصاف سے ہے۔ قرآنِ مجید میں قاضیوں اور حکمرانوں کو عدل کے ساتھ فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خیانت، جانبداری اور خواہشِ نفس کی پیروی سے سختی سے منع کیا گیا ہے، جو اس منصب کی غیر معمولی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

اسلامی فکری روایت میں عدل اور قضاء پر گہری اور جامع بحث ملتی ہے۔ امام راغب اصفہانی، علامہ بدرالدین عینی، ابو البقاء حنفی، علامہ جرجانی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے جلیل القدر علماء و مفکرین نے عدل کو فرد، معاشرہ اور ریاست کی بقا و استحکام کی ضمانت قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک عدل وہ جامع اصول ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں توازن قائم کرتا ہے اور ظلم، استحصال اور فساد کو جنم لینے سے روکتا ہے۔ اسلامی نظامِ عدل کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نہ صرف طاقتور کو قانون کا پابند بناتا ہے بلکہ کمزور، مظلوم اور محروم طبقے کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ اسلام میں عدل و انصاف کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن عدل کو محض مسلمانوں کے باہمی معاملات تک محدود نہیں کرتا بلکہ غیر مسلموں، اقلیتوں اور حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف اور منصفانہ رویے کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ النساء، المائدہ، النحل، الحجرات، آل عمران اور دیگر سورتوں میں عدل، قسط، انصاف اور گواہی کے اصول اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ ایک آفاقی، غیر جانبدار اور انسان دوست نظام کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلام میں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ فیصلہ نسب، مذہب، قوم، رنگ، طاقت یا ذاتی مفاد کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق، دلیل اور انصاف کی بنیاد پر ہو۔ احادیثِ نبویہ ﷺ میں بھی منصبِ قضاء اور عدل و انصاف کی غیر معمولی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے عادل حکمران اور منصف قاضی کو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شمار فرمایا، جبکہ ظلم، رشوت، جہالت اور غصے کی حالت میں فیصلے کرنے والوں کے لیے سخت وعیدیں بیان فرمائیں۔ اجتہادی فیصلوں پر اجر کا وعدہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام عدلیہ میں نیک نیتی، علمی دیانت اور عدل کی کوشش کو بنیادی قدر سمجھتا ہے۔ ان تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء کا اصل مقصد محض سزا دینا نہیں بلکہ حق کا قیام، ظلم کا سدباب اور معاشرتی ہم آہنگی کا فروغ ہے۔

عصرِ حاضر میں جب دنیا مختلف عدالتی، سماجی اور اخلاقی بحرانوں سے دوچار ہے، انصاف اکثر طاقت، مفاد اور سیاسی دباؤ کی نذر ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اسلامی نظامِ قضاء و عدل ایک ایسا متوازن، منصفانہ اور قابلِ عمل متبادل فراہم کرتا ہے جو وحیِ الٰہی، انسانی فطرت اور اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ یہی نظام نہ صرف دنیا میں امن، اعتماد اور سماجی استحکام کا ذریعہ بن سکتا ہے بلکہ آخرت میں نجات اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بھی ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ اسی اسلامی نظامِ قضاء و عدل کا ایک جامع، اصولی اور نصوصِ شرعیہ پر مبنی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش ہے، تاکہ اس کی فکری، اخلاقی اور عملی اہمیت کو واضح کیا جاسکے اور عصرِ حاضر کے تناظر میں اس کی معنویت کو اجاگر کیا جاسکے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

اسلامی نظامِ قضاء وعدل ایک ایسا بنیادی اور مرکزی موضوع ہے جس کی ضرورت اور اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، تاہم عصرِ حاضر کے فکری، عدالتی اور سماجی حالات نے اس کی معنویت کو مزید دوچند کر دیا ہے۔ انسانی معاشروں کی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ جہاں عدل و انصاف کا قیام عمل میں آیا وہاں امن، استحکام اور اعتماد نے جنم لیا، اور جہاں ظلم، جانبداری اور ناانصافی نے غلبہ پایا وہاں معاشرتی انتشار، فکری بے چینی اور اخلاقی زوال نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسلام چونکہ ایک ہمہ گیر نظامِ حیات پیش کرتا ہے، اس لیے اس کے عدالتی تصورات محض نظری یا اخلاقی نہیں بلکہ عملی، مؤثر اور آفاقی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی نظامِ قضاء وعدل کا علمی و تحقیقی مطالعہ نہ صرف دینی ضرورت ہے بلکہ ایک ہمہ جہت سماجی و فکری تقاضا بھی ہے۔ اسلام میں عدل کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل کیا گیا ہے اور اسے انسانی معاشرت کی اساس قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید نے عدل وقسط کے قیام کو انبیائے کرامؑ کی بعثت کا مقصد بتایا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عدل کوئی ثانوی یا ضمنی قدر نہیں بلکہ دین کی روح اور شریعت کا مرکزی ہدف ہے۔ اس کے باوجود عصرِ حاضر میں اسلامی عدالتی نظام کے بارے میں یا تو سطحی فہم پایا جاتا ہے یا مغربی قانونی نظاموں کے مقابلے میں اسے غیر مؤثر اور ناقابلِ عمل قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے فکری ماحول میں اس موضوع پر تحقیقی اور مدلل کام کی شدید ضرورت ہے تاکہ اسلامی نظامِ قضاء وعدل کی اصولی بنیادوں، نصوصِ شرعیہ سے اس کے تعلق اور اس کی عملی افادیت کو علمی انداز میں واضح کیا جا سکے۔ مزید برآں، موجودہ دور میں عدالتی نظام اکثر سیاسی دباؤ، معاشی مفادات، طبقاتی امتیاز اور طاقت کے عدم توازن کا شکار نظر آتا ہے، جس کے نتیجے میں انصاف ایک کمزور طبقے کے لیے خواب بن جاتا ہے۔ تاخیرِ انصاف، رشوت، جانبداری اور قانون کے دوہرے معیار جیسے مسائل عالمی سطح پر پائے جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں اسلامی نظامِ قضاء وعدل ایک ایسا متبادل پیش کرتا ہے جو حاکم و محکوم، امیر و غریب، مسلمان و غیر مسلم کے درمیان بلا امتیاز انصاف کو یقینی بنانے کا نظریہ رکھتا ہے۔ اس پہلو سے اس موضوع کا مطالعہ نہ صرف اسلامی معاشروں بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسلامی قضاء محض قانونی فیصلوں تک محدود نہیں بلکہ اخلاقی تربیت، معاشرتی اصلاح اور سماجی توازن کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اسلامی قاضی کا کردار صرف قانون نافذ کرنے والا نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہونے کا شعور رکھنے والا ایک ذمہ دار امین ہوتا ہے۔ احادیثِ نبویہ ﷺ میں منصبِ قضاء کی حساسیت، عادل قاضی کے فضائل اور ناانصافی کی سخت وعیدیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اسلامی عدلیہ کی بنیاد خوفِ خدا، علمی دیانت اور اخلاقی ذمہ داری پر قائم ہے۔ اس تناظر میں اس موضوع کا مطالعہ عدالتی نظام کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔

علاوہ ازیں، اسلامی نظامِ عدل کی آفاقیت اور وسعت اسے دیگر قانونی نظاموں سے ممتاز بناتی ہے۔ اسلام میں عدل کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلموں، اقلیتوں اور حتیٰ کہ دشمنوں تک پھیلا ہوا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات، جنگ و امن، معاہدات اور انسانی حقوق کے معاملات میں بھی اسلام انصاف، دیانت اور اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ موجودہ عالمی تناظر میں، جہاں مذہب کو اکثر تشدد یا انتہا پسندی سے جوڑ دیا جاتا ہے، اسلامی نظامِ قضاء وعدل کی علمی توضیح اسلام کے امن پسند، انسان دوست اور منصفانہ تصور کو واضح کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ تحقیقی سطح پر اس موضوع کی ضرورت اس لیے محسوس ہوتی ہے کہ اسلامی فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر اور حدیث میں عدل و قضاء پر بکھرا ہوا قیمتی علمی سرمایہ موجود ہے، جسے عصرِ حاضر کے مسائل اور سوالات کے تناظر میں منظم اور مربوط انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید قانونی مباحث، انسانی حقوق، آئینی بالادستی اور انصاف تک رسائی جیسے موضوعات کے ساتھ اسلامی عدالتی اصولوں کا تقابلی مطالعہ نہ صرف علمی وسعت کا باعث بن سکتا ہے بلکہ عملی سطح پر پالیسی سازی اور اصلاحِ نظام کے لیے بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

اسلامی نظامِ قضاء وعدل کا مطالعہ ایک ناگزیر علمی، فکری اور عملی ضرورت ہے۔ یہ موضوع نہ صرف اسلامی شریعت کی روح کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ عصرِ حاضر کے عدالتی، سماجی اور اخلاقی بحرانوں کا ایک متوازن، منصفانہ اور پائیدار حل بھی پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر تحقیقی کاوشیں دین و دنیا دونوں کی فلاح کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں اور اسلامی فکر کی عصری تشکیل میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں۔

تحقیقی مقاصد

1. اسلامی تصورِ عدل کی اصولی توضیح

اس تحقیق کا پہلا مقصد قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ اور معتبر اسلامی فکری مصادر کی روشنی میں عدل کے لغوی، اصطلاحی اور اصولی مفہوم کو واضح کرنا ہے، تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ اسلام میں عدل محض اخلاقی قدر نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اور منظم نظامِ حیات کی بنیاد ہے۔

2. اسلامی نظامِ قضاء کی نظری و عملی بنیادوں کا تجزیہ

اس تحقیق کا مقصد اسلامی نظامِ قضاء کے تصور، اس کی شرعی حیثیت، مقاصد اور دائرۂ کار کا جامع مطالعہ کرنا ہے، تاکہ قضاء کو ایک مقدس، ذمہ دارانہ اور قابلِ نفاذ ادارے کے طور پر سمجھا جا سکے جو معاشرتی تنازعات کے منصفانہ حل کا ذریعہ ہے۔

3. قرآن و حدیث میں عدل و قضاء کے احکامات اور اصولوں کی وضاحت

تحقیق کا ایک اہم مقصد قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عدل و انصاف، منصبِ قضاء، عادل قاضی اور منصف حکمرانی سے متعلق بنیادی اصولوں کو منظم انداز میں پیش کرنا ہے۔

4. اسلامی نظامِ عدل کی آفاقیت اور غیر جانب داری کا اثبات

اس تحقیق کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اسلامی نظامِ عدل مذہب، نسل، قومیت اور طاقت کے فرق کے بغیر تمام انسانوں کے لیے انصاف کی ضمانت فراہم کرتا ہے، اور یہ نظام غیر مسلموں، اقلیتوں اور مخالفین کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔

5. عصرِ حاضر کے عدالتی بحرانوں کے تناظر میں اسلامی نظامِ قضاء کی معنویت

اس تحقیق کا مقصد موجودہ عدالتی، سماجی اور اخلاقی مسائل کے پس منظر میں اسلامی نظامِ قضاء و عدل کی عملی افادیت، اصلاحی صلاحیت اور اس کے بطور متبادل نظام کے امکانات کا تجزیہ کرنا ہے۔

بنیادی تحقیقی سوالات

1. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدل اور قضاء کے بنیادی اصول کیا ہیں، اور یہ اصول فرد، معاشرہ اور ریاستی نظام میں کس طرح عملی صورت اختیار کرتے ہیں؟

2. عصرِ حاضر کے عدالتی اور سماجی بحرانوں کے تناظر میں اسلامی نظامِ قضاء و عدل کس حد تک ایک منصفانہ، قابلِ عمل اور آفاقی متبادل فراہم کر سکتا ہے؟

عدل کا لغوی معنی

عدل مصدر ہے اس کا مادہ۔ ع۔ دل ہے اس مادے میں یکسانیت، برابری اور مساوات و انصاف کا مفہوم ہے۔ لسان عرب میں ہے:

"إِنَّهُ مُسْتَقِيمٌ وَهُوَ ضِدُّ الْجَوْرِ الْبَدَلُ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالٰى هُوَ الَّذِي يَمِيلُ بِہِ الْهَوَى الْعَدْلُ الْحَكَمُ بِالْحَقِّ ".[4]

ترجمہ: عدل کا معنی سیدھا ہے اور یہ جور کی ضد ہے۔ عدل اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یعنی وہ خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا عدل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔

عدل کے معنی برابری اور انصاف کے ہیں کسی ایک چیز کو دو حصوں میں ایسے تقسیم کر دینا کہ کسی ایک میں بھی کمی بیشی نہ ہو عدل کہلاتا ہے حقیقت میں کسی شے کے ٹھیک اپنے محل اور حدود کے اندر ہونے کے نام کو عدل کہتے ہیں۔[5]

عدل کی تعریف معروف مفکرین کی نظر میں

1۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ "مکافات میں مساوات کا لحاظ رکھنا عدل ہے یعنی نیکی کا صلہ نیکی اور بدی کا صلہ بدی ہے"۔[6]

---

[4] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل جمال الدین ابن منظور الانصاري الرويفعي الافريقي، لسان العرب دار الاشاعت بیروت 1414ھ، ج 11، ص 430

[5] طارق، عبد الصبور سید، مسلمان قاضیوں کے بے لاگ عدل اور حکمرانوں کے خلاف فیصلے، البدر پبلشر اردو بازار لاہور، 1987ء ص، 12

[6] راغب اصفھانی، مترجم مولانا فیروز پوری، مفردات القرآن، اسلامی اکیڈمی، الفضل مارکیٹ لاہور، 1995ء، ج 2، ص 114

2۔ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔ "عدل واجب التعمیل جو احکام ہیں انکی تعمیل کا نام ہے۔ عدل یہ ہے کہ حق کو تسلیم کیا جائے اور ظلم کا خاتمہ کر دیا جائے" ۔[7]

3- "عدل کی تعریف یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق ملے۔ اگر کوئی اس کے حق میں ہاتھ ڈالے تو جرم کے مر مطابق سزا دی جائے"۔[8]

4۔ ابو البقاء حنفی کی رائے کے مطابق "عدل ظلم کی ضد ہے۔ عدل یہ ہے کہ جس کا حق ہے اس کو دلایا جائے اور جس کا حق نہیں اس سے لے لیا جائے"[9]

5- علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "انصاف ہی ہر دین و دنیا کی فلاح و کامیابی کا مدار ہے اور عدل کے بغیر اس کا حصول ناممکن ہے"۔[10]

سیاست شرعیہ کی عمارت دو ستونوں پہ قائم ہے۔ ایک جو عہدے ہیں وہ اہل ترین لوگوں کو دیئے جائیں اور دوسرا عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کیے جائیں۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں کہ "عدل افراط و تفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے جو اطراف کو برابر رکھتا ہے اور حق پر آکر روکتا ہے"۔[11]

قضاء کی لغوی تعریف

قضاء کا لفظ لغت میں قَضَی یَقْضِی سے مصدر ہے۔ لغت کی کتب میں اس کے بہت سے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ان سب میں مفہوم مشترک ہے وہ کسی چیز کو مکمل اور حتمی طور پر ختم کر دینے کے ہیں۔ اس لئے اس کے معنی حکم کے بھی ہیں۔[12]

عرف شرع میں قضاء سے مراد تنازعات اور معاملات میں پیش آنے والے جھگڑوں کو طے کرنا ہے۔[13]

رب تعالٰی کا ارشاد ہے:
" وَقَضٰى رَبُّكَ الَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ ".[14]
ترجمہ: اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

قضاء کی اصطلاحی تعریف

قضاء مقدمات اور تنازعات کو مٹانے کا نام ہے۔[15]

قضاء ایک ایسی صفت ہے جو اپنے موصوف کے حق میں اس کے شرعی احکام نافذ العمل ہونے کے لئے لازمی قرار دیتی ہے۔ چاہے یہ جو حکم ہے کسی کو عدل قرار دینے کے بارے میں یا مجروع قرار دینے کے بارے میں ہو اور اس کی صفت کا تعلق مسلمانوں کے عمومی مصالحہ سے نہ ہو۔[16]

---

[7] عینی، بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد، علامہ، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، دار اکتب العلمیۃ بیروت، ج10، ص375

[8] قسطوني، یحی حلمی بن حسین، التحریات القرآن، مطبع استنبول، 1904ء، ص، 175

[9] الکفوی، ایوب موسی ابو البقاء، کلیات ابو البقاء، مکتبہ المثنی بیروت، ص46

[10] ابن تیمیہ، السیاسیۃ الشرعیہ، اصلاحی الراعي والراعیۃ، مدینۃ المنورہ توزیع الجامعۃ الاسلامیہ، 1960ء، ص، 7

[11] الجرجاني، شریف الدین علامہ، معجم التعریفات دار الفیصل قاہرہ، ص124

[12] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی ابو الفضل جمال الدین ابن منظور الانصاري الرویفعي الافریقی لسان العرب دار اشاعت بیروت 1414، ج10، ص209

[13] الخصاف، ابو بکر احمد بن عمر، امام، ترجمہ سعید احمد، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 1987ء، ج1، ص68۔

[14] اسراء آیت 23

[15] الحصكفي، محمد علاؤالدین محمد بن علی بن محمد الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین دار الفکر، بیروت، ج352، 5، ص

[16] التونسی المالکی، محمد بن عرفتہ، شرح حدود ابن عرفتہ دار الفکر بیروت، 1970ء، ص، 433

قضاء سے مراد خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ بن کر کتاب و سنت کے ذریعے مخلوق کے مابین خالق کے اوامر واحکام کو ادا کرنا ہے۔ [17]

اسلامی قضاء وعدل ازروئے قرآن

قضاء بہت ہی باعزت اور اہمیت کا حامل منصب ہے۔ اس کی عزت واحترام اور تعظیم کرنا فرض ہے۔ دین اسلام میں اس کی جو اہمیت وافادیت اور مقام ہے اس کی واقفیت و آشنائی حاصل کرنی لازم ہے۔ کسی منصب کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالی کے صفاتی اسماء میں سے ایک نام عدل ہے۔ اس کی شان خود عادل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بات، حکم اور فیصلہ وہ تناسب وتوازن کے خلاف نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ تعالی نے بے شمار آیات میں اپنے بندوں کو ہر قسم کے معاملات میں عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورہ نحل میں فرمان خداوندی ہے:

" إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ"[18]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بھلائی اور قرابت داروں کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے، بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ آپ کو نصیحت کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عدل واحسان کا حکم دیتے ہیں ان کے ساتھ سلوک واحسان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اسی آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم اپنے ظاہر و باطن کی پاکیزگی، برے کاموں سے اجتناب کریں، فضول خرچی سے پرہیز کریں۔ اپنے رشتے داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دیں۔ [19]

سورہ انعام میں رب تعالیٰ نے عدل کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

"وَ إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰي"[20]

ترجمہ: اور جب تم بات کرو تو حق بات کرو اگرچہ وہ تمھارے اپنے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب معارف القرآن مفتی محمد شفیع رقمطراز ہیں کہ خواہ یہ بات کسی معاملے کی گواہی ہو یا حاکم کی طرف سے فیصلہ یا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو ہر حال میں ہر جگہ بات کرتے ہوئے عدل وانصاف کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے اگر آپس میں بات کریں یا کسی مقدمے میں ہوں جھوٹ، رشوت یا رشتہ داری کی بناء پر حق بات کو کہنے میں قاصر نہ رہیں بلکہ حق بات کا فیصلہ اور حق بات کہنی چاہیے اور عدل وانصاف پہ قائم رہنا چاہیے۔ [21]

اسی طرح قرآن مجید سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ"[22]

ترجمہ: اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی کافر ہیں۔

---

[17] المالکی ابن فرحون، تبصرۃ الحکام، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ 1306ھ، ج 1، ص 12

[18] النحل: آیت 90

[19] عمادالدین، حافظ، مترجم مولانا جوناگڑھی، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 7003، ج 3، ص 163162

[20] الانعام: آیت 152

[21] محمد شفیع مفتی، مولانا، مفتی اعظم پاکستان، معارف القرآن پبلشرز کراچی، ج 3، ص 289

[22] المائدہ آیت 44

یعنی اللہ تعالیٰ کا قانون موجود ہے۔ اس قانون کے مطابق فیصلے کیے جانیں چاہیں۔ لوگوں کو یہ فیصلے پسند ہوں یا نہ ہوں۔ اس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی ہونا چاہیے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شریعت اور قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا قانون موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی انسان کے بنے ہوئے قانون پر عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔

فرمان خداوندی ہے۔

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْالَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ أَنْتُمْ حُرُمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَ بَالَ أَمْرِه[23]

ترجمہ: اے ایمان والو تم مت شکار کرو جب تم احرام کی حالت میں ہو جو تم میں سے جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور دے۔ تم میں سے دو عادل آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی ہو یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے رکھے۔

اگر کسی نے احرام کی حالت میں شکار کر لیا تو اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے۔ اگر وہ جانور حلال ہے تو دو عادل، دین دار آدمیوں سے گواہی لی جائے پھر اس قیمت کے جانور کی جو قربانی ہو گی وہ حرم میں دی جائے یا اس جانور کی قیمت فقیروں میں دے دی جائے اگر کوئی قیمت ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ معاشی طور پر کمزور ہے اس کے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے تو وہ روزے رکھے یعنی پونے دو سیر گندم کی قیمت کے برابر ایک روزہ، اس حساب سے وہ آدمی روزے رکھے۔[24]

سورۃ المائدہ میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ"[25]

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرے اور دو معتبر شخص اپنوں میں سے گواہ بنائے۔

عائلی زندگی بھی معاشرے کا ایک حصہ اور جزو ہوتی ہے۔ اسلام میں عائلی زندگی کے بارے میں بھی عدل و انصاف پر مبنی تعلیمات موجود ہیں عائلی زندگی میں عدل و انصاف کی سب سے زیادہ ضرورت ان لوگوں کو ہوتی ہے جو ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

"فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَا نُكُمْ" [26]

ترجمہ: تم کو ایسا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک بیوی پر بس کر دیا وہ کنیز جو شرعی اصول کے مطابق تمھاری ملک ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زائد نکاح اس وقت جائز اور مناسب ہے جب شریعت کے مطابق سب بیویوں سے برابری کا دامن محفوظ رہ سکے اور سب کے حقوق کا خیال برقرار رہ سکے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ وہ ایک سے زائد نکاح کی اجازت تو دیتا ہے اگر دو بیویوں میں عدل کی استطاعت نہیں تو بہتر یہی ہے کہ ایک بیوی کافی ہے۔[27]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ "[28]

---

[23] المائدہ: آیت95

[24] عثمانی، محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن پبلشرز معارف القرآن کراچی، ج1، ص368

[25] المائدہ: آیت106

[26] النساء: آیت3

[27] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ج1، ص318

[28] النساء: آیت58

ترجمہ: جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے مطابق کرو۔

اس آیت کا شان نزول اس طرح ہے کہ فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کعبے کی چابی مجھے دو۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد جب آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا اور کعبے کی چھت پر چڑھ گئے۔ آپ نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چابی چھین کر عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے لی اور آپ نے بیت اللہ کے اندر دو رکعات نفل ادا کئے۔ جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ چابی مجھے دے دیں تاکہ مجھ کو پانی پلانے اور دربانی کے دونوں مواقع نصیب ہو جائیں تو اس موقع پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی تو نبی کریم ﷺ نے یہ چابیاں واپس حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کر لیا۔[29]

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مملکت کے جو عہدے ہیں انھی لوگوں کو عطا کئے جائیں جن کے بارے میں وہ لوگ اہل ہوں۔ وہ لوگ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے کریں اور امانت ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو دوسرے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ ان کی بات بھی سنیں اور اطاعت بھی کریں۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُوْنَ "[30]

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک ایسی جماعت تھی جو لوگوں میں حق کے مطابق ہدایت کرتے تھے اور خود بھی اس کے موافق عدل و انصاف کرتے تھے۔

جب بنی اسرائیل والوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل اور کفر کو اختیار کر دیا تو ان بارہ قبیلوں میں سے ایک قبیلے نے ایسا کام کرنے سے صاف انکار کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ کی بارگاہ میں التجاء کرنے لگے کہ ان دوسرے قبیلوں سے جدا کر دیا جائے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں ایک سرنگ میں ڈال دیا وہ سفر کرتے کرتے چین سے جا نکلے یہی لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیروکار تھے۔ دوسروں کو بھی راہ ہدایت کی طرف بلاتے تھے۔[31]

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی اکثریت کفر اور نافرمانوں پر مشتمل تھی لیکن ان میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں میں حق پرست اور خدا ترس لوگوں کی ایک جماعت تھی جو حق کی ہدایت دیتے اور عدل و انصاف کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ اسی طرح سورۃ الاعراف کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهِ يَعْدِلُوْنَ".[32]

ترجمہ: ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب ہی گمراہ نہیں ہوتے بلکہ ہر دور میں اہل حق کی ایک جماعت ہوتی رہی ہے جو لوگوں کو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی رہی ہے۔ خود بھی اس ہدایت پر جمی رہی ہے۔ یقیناً ہر دور میں حق کے علمبردار رہے اور ہمیشہ رہے ہیں اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ اس بات کی تائید نبی مہربان صلی علیم کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ صلی الم نے فرمایا۔

---

[29] السیوطی، عبد الرحمن جلال الدین، مترجم پیر محمد کرم شاہ الازہری، در منثور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز اشاعت، 2006، ج2، ص 481

[30] الاعراف آیت159

[31] السیوطی، عبد الرحمن جلال الدین، مترجم، ج3، ص434

[32] الاعراف: آیت181

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاہِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ"[33]

ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ضرور حق پر قائم رہے گا۔

اسی طرح سورہ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[34]

ترجمہ: پس اگر وہ پلٹ کر واپس آئیں تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرادو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف والے سے خوش ہوتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد رقم طراز ہیں کہ اہل ایمان بھی تو مسلمان ہیں۔ ان کے درمیان بھی باہمی اختلاف ہو سکتا ہے اور وہ اختلاف آگے بڑھ کر جنگ اور خون ریزی کروا سکتا ہے۔ اگر اس طرح کی کہیں صورت حال پیدا ہو جائے تو امت مسلمہ کے تمام افراد پر ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ وہ ان فریقین کے درمیان صلح کروائیں۔ اس معاملے میں خاموش تماشائی نہ بن جائیں کیونکہ اگر مسلمانوں کے دو فریقوں کے درمیان صلح نہ کروائی گئی تو اس سے مسلمانوں کی طاقت اور جمعیت میں رخنہ پڑے گا۔ اس لئے مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کو ختم کروانا مسلمانوں کا یہ دینی فریضہ ہے۔ جب باہمی جھگڑا ختم کیا جائے تو اس بات کو دیکھا جائے کہ کہیں نہ ہو کہ زیادتی کرنے والے فریق کے خلاف طاقت کا استعمال کرتے وقت عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو بلکہ طاقت کا استعمال صرف اور صرف انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی حدود تک ہونا چاہیے۔[35]

سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى".[36]

ترجمہ عدل کرو کیونکہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت میں عدل قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ معاشرے میں انسان تو فطرتاً انصاف پسند ہے۔ انسان کی نفسیات اور انصاف کی فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ عدل کیا جائے۔ اگر کوئی آدمی کافر ہے تو اس کے کفر کے باعث اس کے حق سے اس کو محروم نہ کیا جائے۔ بلکہ عدل کے ساتھ اس کو حق دیا جائے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ اسی طرح ایک عام مسلمان کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ شدید غم و غصے کی حالت میں بھی عدل کے پہلو کو ہاتھ سے نہ جانے دے بلکہ دوسروں کے حقوق کا کماحقہ لحاظ و خیال رکھے۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی زیادتی نہ کی جائے اور نہ ہی زیادتی ہونے پائے۔ یعنی عدل و اعتدال کا لحاظ ہر معاملے میں رکھا جائے یہی چیز تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔[37]

اسلام کا بنیادی اصول یہی ہے کہ عدل مکمل طور پر غیر جانبدار انداز میں پیش کیا جائے۔ اسلام کی رو سے انصاف افراد کے درمیان اونچ نیچ، امیر غریب، سفید سیاہ، اور مسلم و غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں رکھتا۔ قرآن مجید میں عدل سے ملتا جلتا ایک لفظ "قسط" بھی ہے۔ جن آیات میں یہ لفظ آیا ہے وہ بمعنی انصاف ذکر ہوا ہے۔ وہ آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

---

[33] مسلم بن حجاج، ابوالحسین، نیشاپوری، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض 1988ء، ج5، ص 181

[34] الحجرات: آیت 9

[35] اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام قرآن لاہور، ج7، ص 474

[36] المائدہ: آیت 8

[37] دریا آبادی، عبدالماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن کراچی، ج1، ص 869

سورۂ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰئكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائما بِالْقِسْط"[38]

ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب گواہی دی اور اس نے مخلوق کے لئے دلائل و آیات کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں تو اس اقرار نے فرشتوں کے ساتھ عالموں اور اہل ایمان کو پختہ عقیدے کے ساتھ انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی ہے۔ اس بات کو قبول کیا جائے۔[39]

اسی طرح اس سورت میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ[40]

ترجمہ: جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کیا اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کرام کو شہید کرتے ہیں اور ساتھ ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو دوسروں کو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ یہ وہی یہود ہیں جنھوں نے تینتالیس (۴۳) انبیائے کرام کو شہید کیا۔ جب بنی اسرائیل کے علماء اور صلحاء جن کی تعداد ایک سو ستر تھی انھوں نے ان کو نصیحت کی اور روکا یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا تو ان کو بھی قتل کر دیا۔[41]

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُوْنُوْا قَوٰمِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ "[42]

ترجمہ: اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو عدل والوں کے ساتھ اور اللہ کے لئے شہادت دو۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تدبیر القرآن رقم طراز ہیں کہ مسلمانوں پہ بحیثیت امت مسلمہ یہ ذمہ داری واضح کی گئی ہے کہ وہ اس عدل کے علمبردار بنیں۔ جو یہ ذمہ داری آخری شریعت کی شکل میں اس امت کو عطا ہوئی ہے۔ یہ عدل خود بھی اپنے اندر قائم کریں اور اس کی شہادت دنیا کے سامنے رکھیں۔ کیونکہ شیطان راہ حق سے گمراہ کرنے کے لئے یہی حربہ استعمال کرتا ہے کہ لوگوں میں دشمنی و عداوت پیدا کی جائے۔ لوگوں کو راہ حق و عدل سے ہٹا کر گمراہ کیا جائے تا کہ لوگوں کے درمیان عداوت و دشمنی پیدا ہو جس سے وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بن جائیں۔[43]

اسی سورت میں دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينِ"[44]

ترجمہ: اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بے شک انصاف والے کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔

---

[38] آل عمران آیت 16

[39] السیوطي، عبد الرحمن جلال الدین شافعي محلي، مترجم علامہ لیاقت علی مصباحین جلالین، ، شبیر برادرز اردو بازار، 2014، ج 1، ص 627

[40] آل عمران آیت 21

[41] السیوطي، عبد الرحمن جلال الدین شافعي محلي، ج 1، ص 633

[42] المائدہ: آیت 8

[43] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 2009ء، ج 2، ص 520

[44] المائدہ: آیت 42

جب بھی کوئی شخص منصف بنے تو اسے چاہیے کہ درست نیت سے سنجیدہ ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے اور جو فیصلہ کیا جائے وہ عین انصاف کے مطابق کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں انصاف سے فیصلہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بناتا ہوں۔[45]

سورہ یونس کی آیت نمبر چار میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ"[46]

ترجمہ: ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی ضائع نہیں کریں گے۔ کیونکہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ایثار و قربانی اور مشقتوں کے بدلے انعامات سے نوازا جائے گا۔ ان لوگوں کو جزا اس لئے دی جائے گی۔ کیونکہ یہ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے اچھے عمل کیے ہیں انصاف کے ساتھ ان کے اس عمل کے ذریعے پوری پوری قدر کی جائے گی۔[47]

اسی سورت میں ایک اور جگہ ارشاد پاک ہے:

"فَإِذَا جَاءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ "[48]

ترجمہ: پھر جب ان کے پاس رسول آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر ظلم نہیں کیا گیا۔

ہر جماعت و فرقے کے پاس اللہ تعالی کے احکام پہنچانے کے لئے رسول آئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔ پھر جب انبیاء ورسول بھیجنے اور حجت قائم ہونے کے بعد ان کو سزا دی جائے گی۔ اللہ کے ہاں یہ ظلم اور اندھیرا نہیں کہ بدون پیشتر سے آگاہ اور ملزم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت کے دن با قاعدہ پیشی ہو گی فرد جرم لگے گی گواہ پیش ہوں گے اور ہر قوم کے ساتھ ان کے پیغمبر بھی ہوں گے اور ان کے درمیان نہایت انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو گا۔ اللہ کسی پہ ظلم نہیں کرے گا۔[49]

معاشرے کے استحکام اور حکومت کی بقاء کے لئے عدل و انصاف کا قیام بہت ضروری ہے معاشرے کا صحت مند بنیادوں پر قائم ہونے کے لئے یہ چیزیں لازمی ہیں کہ ہر ایک کو پورا حق ملے اور قانون کے سامنے شاہ و گدا سب برابر ہوں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ"[50]

ترجمہ: آپ صلی الم فرما دیجیے میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کا۔

اللہ تعالیٰ چونکہ قائم بالقسط ہے اس لئے وہ بندوں کو بھی حکم دیتا ہے کہ وہ انصاف پر ہی قائم رہیں۔

---

[45] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، 2009ء، ج2، ص471

[46] یونس: آیت4

[47] اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، ج4، ص10

[48] یونس: آیت4

[49] عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت کراچی 2007ء، ج2، ص87

[50] الاعراف: آیت29

"قسط" جامع حقیقت ہے اور شریعت الہی کی روح ہے یعنی ہر چیز میں نقطہ عدل و اعتدال کا اہتمام ہو۔ یہ زندگی کے کسی ایک شعبے سے نہیں بلکہ ہر پہلو اور شعبے سے ہے۔ عقائد و اعمال، اخلاق، معیشت و معاشرت، قانون و سیاست الغرض زندگی کے ہر شعبے میں اصل اصول یہی انصاف ہے۔ موقع محل کے لحاظ سے اس کی تعبیریں تو بدل سکتی ہیں لیکن اصل حقیقت اپنی جگہ پر ہی قائم رہے گی۔[51]

اسی طرح سورۃ الانعام میں رشاد خداوی ہے:

" وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ" .[52]

ترجمہ: ناپ تول پوری طرح سے انصاف کے ساتھ کرو۔

امکانی حد تک صحیح ناپ تول کیا جائے اور ہر شخص پر یہ ذمہ داری ہے اس کا اہتمام کر کے جتنا اس سے ہو سکتا ہے۔ ناپ تول میں اگر عمداً غلطی اور کمی کی تو یہ قابل گرفت ہے۔ اس لئے ناپ تول کو پورا رکھنے اور اس میں کوشش کرنے میں ہم کو مکلف بنا دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بس اس کی تلاش اور کوشش کرنے کا حکم دیا ہے۔ گویا عمداً ذرا سی منفی جنبش میں بھی ایمان کی نفی کا احتمال ہے۔[53]

جب لین دین کیا جائے تو اس وقت عدل و انصاف کے ساتھ ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم کیا جائے۔ اگر ٹھیک طریقے سے تولا جائے تو یہ حلال ہے اس سے جو نفع ملے گا اس میں اللہ تعالیٰ کی برکت ہوتی ہے۔[54]

اسی طرح سورہ یونس میں فرمان خداوندی ہے:

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ".[55]

ترجمہ: اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہو گا اور ظلم ان پر نہیں ہو گا۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا یہ نہیں کہ بغیر کسی قصور کے عذاب دیا جائے۔ ظالموں کو عذاب دیا جائے گا تو وہ مظلوموں پر ظلم کی وجہ سے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور ظالم و مظلوم کے درمیان فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا۔ اول "قُضِی" سے مراد انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے اور اس جگہ "قضی" سے مراد مشرکوں کو شرک کی وجہ سے عذاب دینا اور مظلوموں کو ظالموں سے ظلم کا بدلہ دلوانا یعنی ظالموں کو عذاب دینا ہے۔[56]

سورۃ الانبیاء میں اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

" وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْا"[57]

---

[51] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج 3، ص 63

[52] الانعام: آیت 152

[53] جصاص، ابو بکر احمد بن علی رازی، مترجم مولانا عبد القیوم احکام القرآن شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد 1999ء، ج 5، ص 63

[54] عماد الدین، حافظ، مترجم، تفسیر ابن کثیر، ج 2، ص 221

[55] یونس: آیت 54

[56] ثناء اللہ پانی پتی، علامہ قاضی، عثمانی مجددی، مترجم مولانا عبد الدائم الجلال، دار اشاعت کراچی، 1999ء، ج 5، ص 334۔

[57] الانبیاء: آیت 47

ترجمہ: قیامت کے دن ہم ٹھیک تولنے والے ترازو کو درمیان میں رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قیامت کے دن انسان کے اخلاقی اوصاف وکمال اور نیکی وبدی کو تولا جائے گا اور ٹھیک وزن کر کے یہ بتا دیا جائے گا کہ کس آدمی نے کیا پایا ہے نیک ہے تو کتنا نیک اور بد ہے تو کتنا بد؟ ہمارے سارے اعمال قیامت کے دن ترازو میں تولے جائیں گے۔ جس کے لئے رب تعالیٰ نے "مَوَازِینَ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو میزان کی جمع ہے۔ جس طرح ترازو کے پلڑے دو چیزوں کے درمیان وزن کو ٹھیک ٹھیک بتا دیتے ہیں اسی طرح یوم قیامت میزان عدل پر ہمارے اعمال کو تولا جائے گا۔ اور پھر یہ پتہ چل جائے گا کہ نیکی کا پلڑا بھاری ہے یا بدی کا۔ انسان نے رائی کے دانے کے برابر بھی اگر کوئی عمل کیا ہو گا تو وہ بھی میزان عدل میں تلے گا۔ اس دن کسی آدمی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں ہو گا۔ اس کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔[58]

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُوْنَ لَهُم الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ".[59]

ترجمہ: کسی مسلمان مرد اور مؤمن عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں کہ جب رسول اللہ صلی علیم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام دیا تو انھوں نے اس سے انکار کر دیا کہ میں حسب میں حضرت زید بن حارثہ سے بہتر ہوں۔ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس حکم کو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے خاندان والوں نے نکاح قبول کر لیا تھا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا خاندانی بغاوت کے معاملے میں اپنے جذبات واحترام اور احساسات کی وجہ سے حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ کو شوہر کے طور پر ادب واحترام نہ دے سکیں۔[60]

اس حکم کی نوعیت ایک قاعدہ کلیہ کی ہے اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد بھی کسی معاملے میں یہ سمجھے کہ اب بھی اس کے پاس کوئی اختیار ہے گویا وہ اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہو کر اس آیت کا مصداق ٹھہرائے گا۔

اسی طرح سورہ ممتحنہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

" أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينِ"[61]

ترجمہ: منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تم کو نہیں روکتا بلکہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت میں انصاف ایک خاص مفہوم میں بیان کیا گیا ہے جو آدمی تمہارے ساتھ عداوت نہیں رکھتا انصاف تو یہی ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ عداوت نہ کرو۔ دشمن اور غیر دشمن کو ایک درجے میں رکھنا یہ بھی ٹھیک نہیں ہے یہ انصاف نہیں ہے جن لوگوں نے سخت رویہ اپنایا ان لوگوں نے ملک سے نکالا اور تمہارا پیچھا بھی کیا ان سے سخت رویہ اپناؤ۔ لیکن جن لوگوں نے اس ظلم میں حصہ نہیں لیا تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ دنیوی معاملات کے حوالے سے عدل کے تقاضے پورے کرو۔[62]

سورہ رحمن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[58] مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، آرمی ایجوکیشن پریس لاہور 1999ء، ج3، ص162

[59] الاحزاب آیت36

[60] السيوطي، عبد الرحمن جلال الدين (مترجم) در منثور، ج5، ص569

[61] الممتحنہ: آیت8

[62] مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، آرمی ایجوکیشن پریس لاہور 1999ء، ج5، ص433

"وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ"[63]

ترجمہ: اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ۔

چونکہ ہم متوازن کائنات میں رہتے ہیں جس کا سارا نظام عدل پر قائم ہے۔ اس لئے ہم کو بھی عدل پر قائم ہونا چاہیے اور جس دائرے کا اختیار دیا گیا ہے اس میں بے انصافی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ کسی بھی نظام میں توازن کو برقرار رکھنے کے لئے اس نظام کے اندر عدل قائم رکھنا بہت ضروری ہے اس عدل کے نہ ہونے کی وجہ سے نظام میں خرابی اور عدم توازن کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے زیادتی سے منع کیا گیا ہے اور کمی سے روکا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا پورا نظام توازن عدل وقسط پر قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ انسان بھی اپنے دائرہ اختیار میں اسی طرح توازن اور عدل وقسط کو ملحوظ رکھے اس میں کسی قسم کی خرابی نہ پیدا ہونے دے ورنہ سارے نظام میں فساد پیدا ہو جائے گا۔ اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی کو قبول نہیں کرتی۔ یہاں بڑا ظلم تو درکنار ترازو میں ڈنڈی مار کر تو آدمی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے وہ میزان عدل میں خلل برپا کر دیتا ہے۔[64]

عدل وقضاء ازروئے حدیث

انبیائے کرام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین مقصد عدل وانصاف پر مبنی انسانی معاشرے کا قیام ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی الم نے نہ صرف انسانوں میں عدل واعتدال اور میانہ روی قائم کر کے دکھائی۔ بلکہ ایسی اصولی ہدایات بھی عطا فرمائیں جن پر عمل کر کے ساری کائنات اور انسانی معاشرے میں توازن واعتدال پیدا کر کے عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

" سَبْعَةٌ يَظِلُّهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَاظِلَّ الْاظِلَّةَ الْإِمَامَ الْعَادِلِ "[65]

ترجمہ: سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سائے میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا ان میں سے ایک امام عادل بھی ہے۔

اسی طرح آپ صلی علیم نے ایک اور حدیث میں فرمایا:

لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ أَتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَ عَلَى هِكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ أَتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ وَ هُوَ يَعْضِيْ بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا[66]

ترجمہ: دو آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے ایک جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ حق کے راستے میں خرچ کرتا ہو دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دین کا علم عطا کیا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو۔

اسی طرح جب حاکم کی طرف سے حق بات دریافت کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کو بھی اس کوشش پر اجر وثواب ملے گا۔

آپ صلی علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمِ مَااجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ مَااجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَا فَلَهُ أَجْر"[67]

---

[63] الرحمن: آیت 9

[64] اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، ج7، ص85

[65] النسائي، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، سنن نسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الامام العادل، ج7، ص312، حدیث 5382

[66] البخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول وایامہ، صحیح البخاری، مترجم مولانا محمد داؤد دراز، مکتبہ قدوسیہ لاہور 2001ء، کتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحکمۃ، ج1، ص253، حدیث، 73

[67] مسلم بن حجاج، ابوالحسین، نیشاپوری، صحیح مسلم مترجم محمد یحیي سلطان، المکتبۃ، الرحمانیہ لاہور، ج3، ص538، حدیث 4487

ترجمہ: جب حاکم نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر لیا اور پھر وہ فیصلہ صحیح کیا ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اگر قاضی نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور غلط نتیجے پر پہنچا اس کو ایک اجر ملے گا۔

" الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَامَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ حَقَّ فَقَضَى بِہ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِی الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى فِي النَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهِيَ فِي النَّارِ "[68]

ترجمہ: قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنت میں اور دو جہنم میں جائیں گے۔ پس جس شخص نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنتی ہے اور جس شخص نے حق کو جاننے کے باوجود فیصلے میں ظلم کیا وہ جہنمی ہے اور جس شخص نے جہالت پہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا وہ بھی جہنمی ہے۔

ابن ماجہ میں ہے رسول ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْقَاضِي مَا يَجُرُّ إِذَا جَارَ تَخَلَّى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ "[69]

ترجمہ: اللہ کی مدد اور تائید قاضی کے ساتھ ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا جب وہ ظلم کرتا ہے عدل کا دامن اس سے چھوٹ جاتا ہے اور شیطان اس کا ہمنوا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا:

لَعَنَهُ اللهُ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي[70]

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہے رشوت لینے اور دینے والے پر۔

رشوت لینے والا تو ظاہر ہے لعنت کا حق دار اور مستحق ہے کیونکہ وہ ایسے فریق کی رعایت کرے گا جس سے رشوت کھائے گا۔ اور رشوت دینے والا اس واسطے کہ وہ رشوت دے کر ناحق اور باطل فیصلے کروائے گا۔

سنن ابی داؤد میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَقْضِي الْحَكَمُ بَيْنَ اثْنَتَيْنَ وَهُوَ غَصْبَانٌ "[71]

ترجمہ: حاکم و قاضی غصے کی حالت میں دو افراد کے درمیان ہرگز فیصلہ نہ کریں۔

رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا:

" إِذَا تَقَاضِي إِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ فَسَوْفَ تَدْرِئُ كَيْفَ تَقْضِي"[72]

ترجمہ: جب دو آدمی تیرے پاس عدل و انصاف کے لئے آئیں تو پہلے بولنے والے کے لئے حکم نہ کرو جب تک دوسرے فرد کو بھی نہ سن لو پھر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کیا فیصلہ کرنا چاہیے

مندرجہ بالا احادیث سے منصب قضاء کی اہمیت اور فضائل اور اس منصب کی جو ذمہ داری ہے اس کو نہ پورا کرنے پر عذاب الہی اور ایک عادل پرست قاضی کے لئے اللہ کے ہاں بلند درجہ رکھا گیا ہے۔ بے شک لوگوں کے درمیان عدل کرنا نیکی کے بہترین اور افضل ترین کاموں میں سے ہے اور آخرت میں اعلیٰ ترین درجات کا بھی باعث ہے۔

---

[68] خطیب عمری، ولی الدین محمد عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح، مکتبہ محمدیہ لاہور 2009ء، کتاب العمل في القضاء والخوف منہ، ج3، ص275، حدیث نمبر 3735

[69] الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ بن الضحاک، جامع الکبیر کتاب ابواب الاحکام، باب ماجاء في الامام العادل، ج3، ص 11، حدیث 1330

[70] ابن ماجہ، ابو عبد اللہ بن یزید القزويني، سنن ابن ماجہ، مترجم عطاء اللہ ساجد دار الجیل بیروت، کتاب الاحکام، باب التغیظ في الحیف والرشوۃ، ج4، ص9، حدیث 2313

[71] عیسی بن الترمذی، محمد بن سورۃ بن الضحاک، جامع الکبیر، دار العرب اسلامی، بیروت 1996ء، ج3، ص، 12

[72] ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد، سنن ابی داؤد، ج3، ص857، حدیث، 5388

محکمہ قضاۃ ہی ملک کے تمام شہریوں کے حقوق کا محافظ ہے۔ معاملات میں فیصلہ کرنے میں حکم کی حیثیت رکھتا ہے وہ قانون کی تشریح کرتا ہے اور قانونی حکم دیتا ہے اور قانون کے مطابق ثابت شدہ حق کو ظاہر کرتا ہے اس لئے اس ادارے کو عدلیہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔[73]

سفارشات

1. اسلامی عدالتی فکر کی نصوصی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے

اسلامی نظامِ قضاء وعدل سے متعلق قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ کے بنیادی اصولوں کو عصری قانونی مباحث کے ساتھ مربوط انداز میں پیش کیا جائے تاکہ عدل کے اسلامی تصور کو محض نظری نہیں بلکہ قابلِ نفاذ نظام کے طور پر سمجھا جاسکے۔

2. قاضیوں کی علمی واخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے

اسلامی عدلیہ کے لیے قاضیوں کی تقرری میں فقہی بصیرت، اخلاقی کردار، خوفِ خدا اور غیر جانبداری کو بنیادی معیار بنایا جائے، اور ان کی مسلسل تربیت کا باقاعدہ نظام قائم کیا جائے۔

3. منصبِ قضاء میں اجتہاد اور علمی آزادی کو فروغ دیا جائے

قاضیوں کو بدلتے ہوئے سماجی حالات کے تناظر میں قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہادی صلاحیت استعمال کرنے کی علمی آزادی دی جائے، تاکہ فیصلے نصوص کی روح اور مقاصدِ شریعت کے مطابق ہوں۔

4. عدل کے تصور کو عدالتی دائرے سے آگے معاشرتی سطح تک وسعت دی جائے

اسلامی عدل کو صرف عدالتوں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ تعلیمی نصاب، میڈیا اور سماجی اداروں کے ذریعے انصاف، مساوات اور ذمہ داری کے شعور کو معاشرے میں فروغ دیا جائے۔

5. اسلامی نظامِ قضاء کا تقابلی مطالعہ جدید قانونی نظاموں کے ساتھ کیا جائے

اسلامی عدالتی اصولوں کا جدید آئینی اور قانونی نظاموں کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے تاکہ اسلامی نظام کی آفاقیت، توازن اور عملی افادیت کو بہتر انداز میں اجاگر کیا جاسکے۔

6. عدل کی آفاقیت اور غیر جانب داری کو عملی طور پر نمایاں کیا جائے

اسلامی نظامِ عدل میں غیر مسلموں، اقلیتوں اور کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کو نمایاں کیا جائے تاکہ اسلام کے منصفانہ اور انسان دوست تصورِ عدل کی درست ترجمانی ہوسکے۔

7. عدالتی فیصلوں میں تاخیر اور بدعنوانی کے سدباب کے لیے اسلامی اصول اپنائے جائیں

رشوت، سفارش اور تاخیرِ انصاف جیسے مسائل کے حل کے لیے اسلامی عدالتی اخلاقیات اور جواب دہی کے نظام کو مؤثر انداز میں نافذ کیا جائے۔

8. تحقیقی واکیڈمک سطح پر اسلامی قضاء پر مزید مطالعات کی حوصلہ افزائی کی جائے

جامعات اور تحقیقی اداروں میں اسلامی نظامِ قضاء وعدل پر تخصصی تحقیق، سیمینارز اور جرنلز کے ذریعے علمی سرمایہ میں اضافہ کیا جائے۔

9. مقاصدِ شریعت کو عدالتی فیصلوں کا بنیادی حوالہ بنایا جائے

قضاء کے نظام میں صرف ظاہری قوانین نہیں بلکہ عدل، رحمت، مصلحت اور انسانی فلاح جیسے مقاصدِ شریعت کو مرکزی حیثیت دی جائے۔

10. اسلامی عدالتی نظام کو عصرِ حاضر کے تناظر میں قابلِ عمل ماڈل کے طور پر پیش کیا جائے

---

[73] حامد الانصاری، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی 2009ء، ص 387

اسلامی نظامِ قضاء وعدل کو موجودہ عدالتی اور سماجی بحرانوں کے حل کے طور پر ایک متوازن، اخلاقی اور عملی ماڈل کی صورت میں متعارف کرایا جائے تاکہ یہ نظام صرف ماضی کی روایت نہیں بلکہ حال اور مستقبل کی ضرورت کے طور پر سامنے آئے۔

نتائجِ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق میں اسلامی تصورِ عدل اور منصبِ قضاء کا ایک جامع، اصولی اور نصوصِ شرعیہ پر مبنی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ اسلام میں عدل و انصاف محض ایک اخلاقی یا نظری قدر نہیں بلکہ ایک مکمل، ہمہ گیر اور قابلِ نفاذ نظامِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ تحقیق کے نتائج سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی نظامِ عدل کی اساس وحیِ الٰہی، صفاتِ ربانی اور انسانی فطرت پر قائم ہے، جو اسے دیگر انسانی وضع کردہ عدالتی نظاموں سے ممتاز بناتی ہے۔

تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ عدل کا اسلامی تصور لغوی و اصطلاحی دونوں اعتبار سے توازن، مساوات، اعتدال، حق کو اس کے محل میں رکھنا اور ظلم کی نفی پر مبنی ہے۔ چونکہ عدل اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے، اس لیے اسلامی عدل محض انسانی عقل یا سماجی معاہدے کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک الٰہی قدر ہے جس کی پابندی فرد، معاشرہ اور ریاست تینوں پر لازم ہے۔ اس پہلو سے اسلامی عدل کا دائرہ محض عدالت یا قاضی کے فیصلوں تک محدود نہیں بلکہ عقائد، عبادات، اخلاق، معیشت، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات تک پھیلا ہوا ہے۔

منصبِ قضاء کے حوالے سے تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں قضاء ایک نہایت مقدس، حساس اور ذمہ دارانہ منصب ہے، جس کا مقصد محض تنازعات کا حل یا قانونی کارروائی نہیں بلکہ شریعتِ اسلامی کے احکام کا منصفانہ نفاذ اور سماجی توازن کا قیام ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ قاضی اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے اور اسے خوفِ خدا، علمی دیانت اور غیر جانبداری کے اعلیٰ معیار پر پورا اترنا ضروری ہے۔ تحقیق کے مطابق قضاء میں جانبداری، رشوت، جہالت یا خواہشِ نفس کی پیروی اسلامی عدلیہ کی روح کے منافی ہے۔

قرآنی نصوص کے تجزیے سے یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اسلام عدل و انصاف کو ایک آفاقی اصول کے طور پر پیش کرتا ہے۔ قرآن نے عدل کا حکم صرف مسلمانوں کے باہمی معاملات تک محدود نہیں رکھا بلکہ غیر مسلموں، اقلیتوں اور حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف اور منصفانہ رویے کی تاکید کی ہے۔ یہ پہلو اسلامی نظامِ عدل کو عالمی سطح پر ایک غیر جانبدار اور انسان دوست نظام کے طور پر متعارف کراتا ہے۔ تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ اسلام میں قانون کی بالادستی ہر فرد پر یکساں طور پر نافذ ہوتی ہے، خواہ وہ حکمران ہو یا عام شہری۔

احادیثِ نبوی ﷺ کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اسلامی عدلیہ میں اخلاقی عنصر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عادل قاضی اور منصف حکمران کے فضائل، اجتہادی فیصلوں پر اجر کا وعدہ، اور ظلم و ناانصافی پر سخت وعیدیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلامی نظامِ قضاء کا مقصد صرف سزا و جزا نہیں بلکہ حق کا قیام، ظلم کا خاتمہ اور معاشرتی اصلاح ہے۔ اس تحقیق نے یہ بھی واضح کیا کہ اسلامی عدلیہ میں نیت، عدل کی کوشش اور علمی دیانت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔

تحقیق کے نتائج یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ عصرِ حاضر کے عدالتی اور سماجی بحرانوں، جیسے تاخیرِ انصاف، طبقاتی امتیاز، بدعنوانی اور سیاسی مداخلت، کے تناظر میں اسلامی نظامِ قضاء وعدل ایک متوازن، منصفانہ اور قابلِ عمل متبادل فراہم کرتا ہے۔ اسلامی عدالتی اصول انسانی وقار، مساوات اور جواب دہی پر مبنی ہیں، جو جدید دنیا میں انصاف کے بحران کا مؤثر حل پیش کر سکتے ہیں۔

آخر میں تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اسلامی تصورِ عدل اور منصبِ قضاء ایک ہمہ جہت اخلاقی و قانونی نظام کی حیثیت رکھتے ہیں، جو نہ صرف دنیا میں امن، اعتماد اور سماجی استحکام کا ذریعہ بن سکتے ہیں بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور نجات کا سبب بھی ہیں۔ اگر اسلامی نظامِ عدل کو اس کی اصل روح اور مقاصد کے ساتھ سمجھا اور نافذ کیا جائے تو یہ عصرِ حاضر کے لیے ایک آفاقی، انسانی اور پائیدار عدالتی ماڈل ثابت ہو سکتا ہے۔